



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بسم الله الرحمن الرحيم

اعلم ان ختم النبوة على سيدنا محمد ﷺ تدل عليه دلائل :

منها..... الاول :

قوله تعالى: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ الآية لان قوله تعالى : "خَاتَمَ النَّبِيِّينَ" حجة قاطعة على ختم النبوة على محمد ﷺ . ولهذا كان اشفق و ارحم على امة لان النبي الذي بعده نبي يجوز ان يترك شيئاً من النصيحة والبيان لانها يستدرکها من بعده واما من لا نبي بعده فيكون اشفق و ارحم على امته واهدى بهم من كل الوجوه.

منها..... الثاني :

قوله تعالى: ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ.....﴾ الآية لان هذه الآية تفيد ان كل نبي لا يكون نبياً في اصطلاح الشرع الا من يجمع الصفات الاربعة :

الاولى: ان يكون مبشراً.

والثانية: ان يكون منذراً.

والثالثة: ان ينزل معه الكتاب بالحق.

والرابعة: ان يكون سفيراً بين الخالق والمخلوق في الهداية والافاضة

ختم النبوة

كما يدل عليه قوله تعالى: ﴿لِيُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ﴾
فلو لا ختمت النبوة على سيدنا محمد ﷺ وجاز ان يكون بعده
نبي يلزم ان ينزل معه الكتاب كما توجبه الصفة الثالثة فيقده في كمال
القرآن في التعليم فلا يصدق قوله تعالى: ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ ثم
اعلم ان الآية المصدرة كما تدل على ختم النبوة على سيدنا محمد ﷺ
كذلك تدل على امرين اخرين :

الاول: ان النبوة في اصطلاح الشرع لا تكون الا نبوة تشريعية لا ظلية و
بروزياً كما اخترعه اهل زماننا فان يسئل ان هارون عليه السلام كان نبياً ولم يكن
صاحب أمة ولا كتاب يجاب بأن هارون عليه السلام كان صاحب أمة وصاحب
كتاب.

أما الاول فلانه تعالى قال في البقرة ﴿إِلَٰهُ مُوسَىٰ وَإِلَٰهُ هَارُونَ﴾ فذكر ال
موسى أولاً وإل هارون عليهما السلام ثانياً استقلالاً فكان كل واحد منهما
صاحب أمة فال موسى عليه السلام هم الذين استفادوا في بركاته وإل هارون
هم الذين استفادوا في فيوضاته.

وأما الثاني: فلانه تعالى قال في الصفات ﴿وَاتَيْنَهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ﴾ أي
أتينا كل واحد منهما الكتاب المستبين ونظيره قوله تعالى: ﴿وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ
الْكِتَابَ﴾ فان المراد أنزل مع كل واحد منهم الكتاب اذ إرادة إنزال
الكتاب الواحد مع جميعهم ظاهر البطلان.

والثالث: أن النبي في اصطلاح الشرع لا يكون نبياً الا من بعث في الله

خَمْرُ النُّبُوَّةِ

بالهدايات والوحى وجعل سفيرا بين الخالق والمخلوق فى تبليغها
واشاعتها بين الناس كما تقتضيه الصفة الرابعة ولا يكون نبيا بمجرد
الوحى والمكالمة والا يلزم ان يكون الحواريون انبياء حيث قال تعالى فى
المائدة ﴿أَوْحَيْتُ إِلَى الْخَوَارِجِ﴾ ويدل على نفيه وبطلانه قوله ﷺ لم
يكن بينى وبينه (اي عيسى عليه السلام) نبى فمن توهم ان النبوة مجرد الوحى
ومكالمة الملك فقد حاد عن الصواب الا ترى الى قوله تعالى فى
القصص ﴿وَ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ﴾ مع انها لم تكن نبية ثم اعلم ان النبى
بالمعنى اللغوى اى المخبر فى الله سواء كان لافاضة الناس ديناً او امراً
ذاتياً لا يجوز ان يستعمل بعد سيدنا محمد ﷺ فيمن بعده للتجانس
اللفظى ولذا لم يجترأ ابوبكر ولا عمر ولا عثمان ولا على عليه السلام على ان
يستعمل فيهم لفظ النبى بالمعنى اللغوى مع انهم فنوا فى نبينا ﷺ وكانوا
اخيار قرن النبى ﷺ قال ﷺ "خير القرون قرنى" ولذا لم يُجَوِّزُ شبابا
اهل الجنة الحسن والحسين رضى الله عنهما استعماله فيهما مع انهما كانا
معاً جمال النبى ﷺ ظاهراً وباطناً ولذا لم يُخبر قطب الاقطاب الشيخ
عبد القادر الجيلانى فسر سره استعماله فيه مع انه قال خطبنا بحرّاً لم يقف
على ساحلة الانبياء اى فنينا فى النبى الامى الذى هو كالبحر فى السخاء
فمن ادعى النبوة بعد نبينا ﷺ لم يكن مجدداً ولا مهدياً ايضاً لان الافتراء
ليس من شان المجددية والمهدوية.

منها..... الثالث :

قوله تعالى ﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ اعلم أن هذه الآية تفيد أن نبينا ﷺ افضل العالمين بل افضل النبيين.

اما الاول: فلانه يفهم منها ان نبينا ﷺ كان بالكتاب الالهي للعالمين نذيرا ومن كان بالكتاب الالهي للعالمين نذيرا فهو نبي العالمين والعالمون أمته والنبي افضل من أمته.

واما الثاني: فلانه يتجلى منها ومن قوله تعالى ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ ان نبينا ﷺ بُعث بالكتاب الالهي الجامع الكامل لتبليغ العالمين كلهم اجمعين والتبليغ الذي قُسِمَ من قبل بين الف نبي او الفين فَوْضَ وَأُلْزِمَ أدائه الى نبينا الواحد ﷺ. فنبينا ﷺ اجمع واكمل القوى في الحقيقة وفي علم الله سبحانه فهو الانسان الاجمع الاكمل في سائر النبيين فهو افضل النبيين فلو جاز ان يكون بعد نبينا ﷺ نبي يلزم ان يكون النبي المتأخر افضل في نبينا ﷺ وهو ظاهر البطلان لما مر. اما اللزوم فلانه كما يتحرك كل متحرك لتحصيل المطلوب واذا وجد مطلوبه سكن ووقف كذلك تحركت النبوة في نبي الى نبي ثم الى نبي لانه كان مطلوبها الانسان الاجمع الاكمل فلم تقف على آدم عليه السلام ولا على نوح عليه السلام ولا على ابراهيم عليه السلام وغيرهم في الانبياء فاذا وصلت الى الذات المحمدية ووجدتها سكنت ووقفت لانه الانسان الاجمع الاكمل وهو

ختم النبوة

مطلوبہا وقد حصل فلوجاز ان يكون بعد نبينا ﷺ نبى ولم تختم النبوة عليه يلزم ان لا يكون الانسان الاجمع الاكمل بل يكون النبی المتأخر الانسان الاجمع الاكمل فهو افضل منه ويبطله قوله تعالى ﴿تَبَارَكَ الَّذِي.....﴾ كما مر في التفصيل ولما كان في ارادة الله الازلية ان تختم النبوة على الوحدة كما ابتدأت في آدم على الوحدة وتذهب الاجنبية وتصير بنوادم قوماً واحداً كما انهم تحت نوع واحد بعث تعالى بالكتاب الجامع الكامل الانسان الجامع الكامل الى العالمين كلهم نبياً مشتركاً واحداً فصارت بنوادم قوماً واحداً اختتاماً كما كانوا ابتداءً.

دلیل اول

قوله تعالى: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً﴾ (الحزاب) ”یعنی محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

آنحضرت ﷺ کی اُبوت روحانی کا سلسلہ تا قیامت غیر منقطع ہے

اس آیت کا یہاں کیا تعلق ہے۔ اصل مضمون تو آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہونا تھا اور یہ کہ مومنوں کا تعلق آپ سے روحانی تعلق ہے اور آپ مومنوں کے لئے روحانی طور پر باپ ہیں، اسی مضمون کو یہاں ادا کیا ہے اور بتایا ہے کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن چونکہ اس سے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی ”اُبوت“ کی نفی کا اشتباہ پیدا ہوتا تھا اس لئے حرف استدراک ﴿لَكِنْ﴾ سے فی الفور اس کا ازالہ کیا اور فرمایا

ختم النبوة

﴿رَسُولُ اللَّهِ﴾ وہ اللہ کے رسول ہیں، یعنی روحانی طور پر تمہارے باپ ہیں، کیونکہ ہر ایک رسول اپنی امت کے حق میں روحانی طور پر باپ کا حکم رکھتا ہے، جس طرح جسم کی ابتدا باپ سے ہوتی ہے، روحانیت کی ابتدا رسول سے ہوتی ہے، پس ﴿رَسُولُ اللَّهِ﴾ کا لفظ لا کر آپ ﷺ کی ”أَبُوت“ روحانی کو قائم کیا، لیکن یہاں پھر ایک وہم پیدا ہوتا تھا کہ جس طرح پہلے رسولوں کے بعد دوسرے رسول آجاتے رہے تو پہلے رسولوں کی ”أَبُوت“ روحانی منقطع ہو جاتی رہی۔ کیا اسی طرح رسول اللہ کے ساتھ ہوگا؟

تو فرمایا ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ ﴿خَاتَمُ النَّبِيِّينَ﴾ بھی ہیں، یعنی آخری نبی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے آپ کی ”أَبُوت“ روحانی کا سلسلہ بھی تا قیامت منقطع نہ ہوگا، بلکہ جو فیض ملے گا وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ سے ہی ملے گا اور اسی فیض کے پانے سے ہی آپ کی امت کے لوگ مثیل انبیاء ہوں گے ”علماء امتی“ کانبیاء بنی اسرائیل“ وہ نبی نہ ہوں گے پر نبیوں کی طرح ہوں گے، وہ نبی نہ ہوں گے پر اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوگا۔ ”رجال یكلمون من غیر ان یكونوا انبیاء“ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام معطل نہیں ہو سکتی، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کی دلیل ہے کہ تمام دنیا کی ضروریات مذہبی کے متعلق مکمل ہدایات رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمادیں اسی لیے آیت کا ختم ﴿بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ پر کیا ہے۔

تفسیر خاتم النبیین باللغة

خاتم کے معنی ”مہر“ بھی ہیں اور ”آخر“ بھی، لیکن کسی قوم کے ”خاتم“ اور ”خاتیم“ سے مراد ان میں سے ”آخری“ ہونا ہے، ختام القوم و خاتمهم و خاتمهم اخرهم، (سان العرب) اور ”خاتیم“ اور ”خاتم“ ہمارے نبی ﷺ کے اسماء میں سے ہیں

اور ”خاتم النبیین“ اور ”خاتم النبیین“ کے معنی ہیں آخری نبی، (سان العرب) اور آپ ﷺ کو ”خاتم النبیین“ کہا، اس لئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا (مفردات امام رانج) ”خاتم النبیین“ کے معنی لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا ”خاتم“ یا ”خاتم“ ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے، یعنی ان میں آخری ہونا، پس نبیوں کے ”خاتم“ کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔

تفسیر خاتم النبیین بالاحادیث النبویة

یہاں ان سب احادیث کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں جن میں ’خاتم النبیین‘ کی تشریح کی گئی ہے یا جن میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا نہ آنا بیان کیا گیا ہے اور یہ احادیث متواترہ ہیں جو صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی نہیں۔

حدیث اول: جس میں لفظ ”خاتم النبیین“ کی تفسیر زبان نبوی ﷺ سے مروی ہے، متفق علیہ ہے ”مثلی و مثل الانبیاء کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنه من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويتعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبیین“ یعنی میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک شخص کی مثال ہے، جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا خوبصورت بنایا سوائے کونے کی اینٹ کے تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی سو میں وہ اینٹ ہوں اور میں ”خاتم النبیین“ ہوں۔

دوسری حدیث: ابو داؤد اور ترمذی میں لفظ ”خاتم النبیین“ کی تفسیریوں کی ہے ”انہ سیکون فی امتی ثلثون کذابا کلهم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانی

ختم النبوة

بعدی، یعنی میری امت میں ”میں کذاب“ ہوں گے، ہر ایک ان میں سے جھوٹا دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں ”خاتم النبیین“ ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور تیسری حدیث میں جو مسلم ترمذی نسائی کی ہے یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے، جن میں چھٹی یہ ہے کہ ”خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّونَ“ یعنی میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے ہیں، وہاں بجائے ”خاتم النبیین“ کے یہ لفظ رکھ کر بتا دیا کہ ”خاتم النبیین“ سے یہی مراد ہے نہ کچھ اور۔

وہ احادیث جن میں آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت ”خاتم النبیین“ کی تفسیر ہی ہیں، بہت سی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی آتا تھا، لیکن میرے بعد نبی نہ آئے گا، بلکہ خلفاء ہوں گے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔

اور ایک میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ علیہما السلام کے ساتھ، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور ایک میں ہے کہ میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو ”انا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی“۔

اور ایک میں ہے کہ نبوت میں کچھ باقی نہیں رہا مگر بشارات۔

اور ایک میں ہے کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی۔

اور دس حدیثوں میں ہے کہ ”لا نبی بعدی“ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور ایسی حدیثیں جن میں آپ ﷺ کو آخری نبی کہا گیا ہے چھ ہیں۔

اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت ﷺ کے

آخری نبی ہونے کا انکار کرنا مینات اور اصول دینی سے انکار ہے۔

لو عاش ابراہیم لکان نبیا پر بحث

اور ”ختم نبوت“ کے خلاف جو کچھ احادیث میں سمجھا گیا ہے وہ ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے ”لو عاش ابراہیم لکان نبیا“ مگر اول اس سے امکان نبوت نہیں نکلتا، بلکہ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾ جس طرح یہاں دو خداؤں کا ہونا اور فساد دونوں ممتنع امر ہیں، اسی طرح وہاں ابراہیم کا زندہ رہنا اور اس کا نبی ہونا دونوں ممتنع ہیں۔ دوسرے اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، کیونکہ اس میں ابوشیبہ ابراہیم ہے جسے ضعیف کہا گیا ہے۔ تیسرے اس کی تشریح دوسرے اقوال سے ہوتی ہے، مثلاً بخاری میں عبد اللہ بن ابی اوفیٰ کا قول ”لَوْ قُضِيَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ نَبِيٌّ عَاشَ اِبْرَاهِيمَ وَلَكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ“ یعنی اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یا انس رضی اللہ عنہ کا قول ”وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًّا لَكِنْ لَمْ يَبْقَ لَانِ نَبِيِّكُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ“ یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا، لیکن وہ باقی نہیں رہا کیونکہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول:

”قُولُوا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ“

اور ”ختم نبوت“ کے خلاف ایک قول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیش کیا جاتا ہے ”قُولُوا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ“ یعنی خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اس کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک ”خاتم النبیین“ کے معنی کچھ اور تھے۔ کاش وہ معنی بھی کہیں

ختم النبوة

مذکور ہوتے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اپنے قول میں ہوتے، کسی صحابی کے قول میں ہوتے، نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ہوتے۔ مگر وہ درہن قائل ہیں اور اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں ”خاتم النبیین“ کے معنی ”لانی بعدی“ کئے گئے ہیں، ایک بے سند قول پر پس پشت پھینکی جاتی ہیں۔ یہ غرض پرستی ہے، خدا پرستی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے روکی جاتی ہے۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اسکے معنی یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اسھی کہنے کی ضرورت نہیں، ”خاتم النبیین“ کافی ہے۔ جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے کہا ”خاتم الانبیاء ولانی بعدہ“ تو آپ نے کہا ”خاتم الانبیاء“ کہنا تجھے بس ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ ”خاتم النبیین“ واضح ہیں اور احادیث نبویہ سے واضح ہو چکے ہیں، تو وہی استعمال کرو یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ حدیث پر ترجیح دو۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں۔ اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی چہ جائیکہ صحابی کا قول ہو جو حدیث کے مقابل شرعاً حجت نہیں۔

﴿صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (البقرہ)

﴿أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ سے کون مراد ہیں؟ قرآن کریم خود تشریح فرماتا ہے کہ ﴿الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾ (النساء) یعنی وہ انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہاں نبی کا لفظ آجانے سے بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود ”مقام نبوت“ بھی اس دعا کے ذریعہ سے مل سکتا ہے اور گویا ہر

ختم النبوة

مسلمان ہر روز بار بار ”مقام نبوت“ کو ہی اس دعا کے ذریعہ سے طلب کرتا ہے۔ یہ ایک اصولی غلطی ہے، اس لئے کہ نبوت محض موبہ ہے اور نبوت میں انسان کی جدوجہد اور اس کی سعی کو کوئی دخل نہیں، ایک وہ چیزیں ہیں جو موبہ سے ملتی ہیں اور ایک وہ جو انسان کی جدوجہد سے ملتی ہیں۔ نبوت ”اول“ یعنی پہلی قسم میں سے ہے جیسا کہ ﴿الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ﴾ سے بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ الرحمن کے معنی بلا بدل اور بلا جدوجہد رحمت کرنے والا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کوشش کر کے اور دعائیں مانگ مانگ کر، اور خدا سے التجائیں کر کے نہ پہلے نبی بنا، نہ آئندہ بنے گا بلکہ خود اللہ تعالیٰ ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (الانعام) کے ماتحت جب چاہتا کسی کو نبوت و رسالت کے منصب پر کھڑا کر دیتا تھا، یہاں تک کہ اپنی کامل ہدایت کی راہیں آنحضرت ﷺ پر کھول کر تمام آنے والی نسلوں کے لئے مقام نبوت و رسالت کو ایک برگزیدہ انسان کے نام کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اس کو ”النبی“ اور ”الرسول“ کے نام سے پکار کر بتا دیا کہ اب دوسرا نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ پس مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور اسی شخص کے منہ سے نکل سکتا ہے جو اصول دین سے ناواقف ہے۔

اگر یہ دعا نبوت کے حاصل کرنے کیلئے ہوتی تو کم از کم آنحضرت ﷺ کو ہی مقام نبوت پر کھڑا ہونے سے پہلے سکھائی جاتی مگر قرآن کریم میں اس کا موجود ہونا بتاتا ہے کہ مقام نبوت ملنے کے بعد سکھائی گئی۔ نبوت عطا فرما کر اس دعا کا سکھانا صاف بتاتا ہے کہ حصول نبوت کیلئے یہ دعا نہیں اور اگر حصول نبوت کی دعا مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کی دعا قبول نہ ہوئی حالانکہ مقررین اور محبوبین الہی تو ہزاروں کی تعداد میں ہو کر گزرے، خدا خود دعا سکھائے اس کی حکمت یہ ہو کہ دعا مانگنے والے کو نبوت ملے دعا

خَمَلُ النَّبُوَّةِ

کرنے والی امت کو ﴿خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ کہا جائے اور پھر تیرہ سو سال سب کے سب محروم رہیں، حتیٰ کہ وہ بھی جن کے متعلق صریح سند ہے، ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہ نہیں ہو سکتا۔

﴿يَبْنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنْ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ وَالَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (الاعراف) ترجمہ: یعنی اے بنی آدم! اگر کبھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں، میری آیات تم پر پڑھتے ہوں، تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ پچھتا سکیں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں اور ان سے تکبر کریں، وہ آگ والے ہیں، اسی میں رہیں گے۔ پہلی آیت سے پیشتر چند باتیں عام طور پر ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہی ہیں۔ ﴿يَبْنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا﴾ ﴿يَبْنِي آدَمَ لَا يَفْتِنُكُمُ الشَّيْطَانُ﴾ ﴿يَبْنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ﴾ اور یہاں نیز سیاق کے مطابق ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہا ﴿يَبْنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ﴾ جس کا مطلب یہ ہے کہ لباس سارے بنی آدم کے لئے ہے، شیطان کے فتنہ سے سب بنی آدم کو متغیب کیا ہے۔ سب بنی آدم خدا کی عبادت کرتے وقت زینت اختیار کرنے کو کہا اور بالآخر سب بنی آدم کو بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی ایسا رسول بھیجے تو اس کو قبول کرنا چاہیے، کیونکہ رسولوں کو قبول کرنے سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے اور ان کا رد کرنا موجب خسران ہے۔ بعض ختم نبوت کے منکر اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ اس کے ماتحت آنحضرت ﷺ کے بعد بھی رسول آتے رہنے چاہئیں۔ اس آیت سے رسولوں کے آنحضرت ﷺ کے بعد آنے کا نتیجہ اول بہاء اللہ نے اور بعد میں ان کی نقل کر کے میاں محمود

حکم النبوة

احمد قادیانی کے مریدوں نے نکالا ہے، حالانکہ اس آیت کو نہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اور ان کی زندگی میں ان کے مریدوں نے کبھی پیش کیا۔ ایک شرطیہ جملہ سے یہ نتیجہ نکالنا کمال نادانی ہے۔ مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اگر بنی آدم کے پاس خدا کا رسول آئے، تو اس کو قبول کرنے میں ان کی بہتری ہے۔ سو وہ رسول اللہ یعنی محمد ﷺ ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات کے متعلق یہ اعلان ہے کہ اگر اس کو قبول کر لو گے، تو تمہاری بہتری کا موجب ہے اگر رد کرو گے تو تمہارے نقصان کا موجب ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ ”رسل“ کا لفظ جمع کیوں استعمال کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے کہ خطاب کل نبی آدم کو ہے اور بنی آدم کی طرف رسول بھیجنے کا عام ذکر ہے۔ تو بلاشبہ آنحضرت ﷺ سے پہلے بنی آدم کے پاس رسول آتے رہے اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا گیا کہ دنیا کی کل قوموں کو ایک سلسلہ اخوت میں منسلک کریں اور اس بات کی شہادت کہ آپ کے بعد رسول نہ آئیں گے، دوسری جگہ سے ملتی ہے جہاں فرمایا ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ رسول تو دین سکھانے کیلئے آتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کر کے پہنچا دیا تو پھر رسولوں کے آنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ جب ”کمال شریعت“ اور شریعت کے آنے کیلئے مانع ہو گیا تو ”کمال نبوت“ بھی اور نبی کے آنے کیلئے مانع ہو گیا جو ضرورت تھی وہ پوری ہو گئی۔ آفتاب رسالت شمس نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے اس لئے اب کسی ”رسول“ کی ضرورت دنیا گونہیں اور وہ لوگ جو ”رسول“ کے آنے کا جواز نکالتے ہیں، مگر شریعت کا آنا نہیں مانتے ان کیلئے خود یہاں لفظ موجود ہیں ﴿يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی ”رسول“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغام بھی لائیں گے۔ وہی پیغام شریعت ہے اور اگر کہا جائے کہ یہ کسی پہلے ”رسول“ کی

ختم النبوة

آیات ہیں تو پھر تکذیب تو ان آیات کی ہے۔ دیکھو اگلی دوسری آیت ایسے ”رسول“ کی تکذیب کوئی شے نہ ہوئی۔

دوسری آیت سے صاف شہادت ملتی ہے کہ رسولوں کے آنے سے مراد ایسے رسولوں کا آنا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغام بھی ہوتا ہے چنانچہ جس طرح پہلے فرمایا تھا ﴿إِنَّمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى﴾ (البقرة) اور اسکے متعلق دو گروہوں کا ذکر کیا:

ایک: ﴿فَمَنْ تَبَعَ هُدَايَ﴾ اس ہدایت کی پیروی کرنے والے اور

دوسرے: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا﴾ یعنی اس ہدایت، اس پیغام کا انکار کرنے والے۔ اسی طرح یہاں دو گروہ ہیں ایک اصلاح کرنے والے دوسرے آیات یعنی پیغام الہی کی تکذیب کرنے والے پس دونوں آیتوں کا مطلب ایک ہے اور دونوں گروہوں کی جزا کا ذکر یکساں الفاظ میں ہے۔ دونوں میں جزا تکذیب پیغام کی ہے۔

ظلی نبوت

صوفی جسے ”ظلی نبوت“ کہتے ہیں وہ فی الواقع نبوت نہیں بلکہ نبوت کی بعض صفات کی جھلک ہے جو ایک سچے پیروی کرنے والے میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح ”ظل اللہ“ نہیں اسی طرح ”ظل نبی“ نہیں اور نہ ظلی نبوت نبوت ہے۔

ختم نبوت آنحضرت ﷺ پر جو ایک ہی دنیا میں کامل انسان ہوا رحمت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾ (یس)

ترجمہ: ”سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو ایمان لائے اور

حکم النبوة

تقویٰ اختیار کرتے تھے ان کیلئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔“

یہاں آیت کے آخری پر یہ لفظ لا کر ﴿ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ یعنی یہی بڑی بھاری کامیابی ہے، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بلند سے بلند مقام ہے جس پر انسان نبوت محمدیہ کے فیوضات کے ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے، اس سے اوپر کوئی مقام نہیں اور یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ اب نبوت نہیں تو کچھ بھی نہیں یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند ہو گیا۔ حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”ان الرسالة والنبوة قد انقطعت و لا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذلك على الناس فقال ولكن المبشرات“۔ یعنی رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی اور میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ کوئی نبی ہے تو یہ بات لوگوں پر شاق گزری، تو آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن ”مبشرات“ باقی ہیں۔ جس میں یہی ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ و مخاطبہ جو اصل نعمت ہے وہ باقی ہے کیونکہ وہ معرفت الہی کا ذریعہ ہے اور اسی طرف اشارہ ہے ”رجال یكلمون من غیر ان یكونوا انبیاء“ میں۔ ہاں! نبوت کی اصل غرض چونکہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں کا ظاہر کرنا تھا اور تکمیل دین کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی اس لئے اب نبوت نہیں، مگر مقامات عالیہ تک پہنچنے کی سب راہیں آنحضرت ﷺ کے ذریعہ موجود ہیں، چنانچہ احمد اور ابن ابی حاتم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ان لله تعالى عبادا یسوا بانبیاء ولا شهداء یغبطهم النبیون والشهداء علی مجالستهم وقربهم من الله“۔ (روح المعانی) یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نبی اور شہید نہیں، لیکن نبی اور شہید ان کے مرتبہ اور ان کے اللہ تعالیٰ کے قرب پر رشک کریں گے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل

ختم النبوة

روایت ہے ”ان من عباد الله يغطهم الانبياء والشهداء“ اور جب لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو آپ نے ان کے متعلق کچھ باتیں بیان کر کے یہی آیت پڑھی: ﴿إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (تفسیر ابن جریر)

اور ایسی ہی روایت ابوداؤد میں ہے (ابن کثیر) اور ان روایات کا ماحصل یہی ہے کہ بسبب کمال اتباع نبوی قرب الہی کے مراتب اسی طرح لوگوں کو ملتے رہیں گے اور انقطاع نبوت سے مقامات عالیہ سے محروم نہ کئے جائیں گے، بلکہ اگر آنحضرت رحمت عالم ﷺ پر جو تمام عالم میں ایک ہی انسان کامل ہیں اور اپنے کمالات میں نظیر نہیں رکھتے، نبوت ختم نہ ہوتی اور دوسرے نبی آنے والے کی اتباع لازم کی جاتی تو وہ مقامات عالیہ جو بسبب کمال اتباع محمدی حاصل ہوتے ہیں، ان سے مخلوق محروم رہ جاتی، پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر ختم نبوت تمام مخلوق کے لئے رحمت ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کئی راتوں میں نہایت نیاز اور راز داری سے دعا کی کہ اے اللہ اتباع محمدی سے مستفیض فرما اور ”مستجاب الدعاء“ ہوا۔

سوال: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مستقل انبیاء اولوالعزم سے ہیں تو بر تقدیر نزول اگر شرع محمدی ﷺ کے متبع ہوں گے تو نبوت سے معزول کئے جائیں گے جو سراسر خلاف عقل و نقل ہے اور اگر ”نزول مع النبوة“ ہوگا تو ”خاتم النبیین“ کی مہر ٹوٹ جائے گی؟

جواب: نبوت اور رسالت کے لئے دورِ رخ ہیں، یعنی ظہور اور بطون۔ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ اور فیضان کے حاصل کرنے کو بطون کہا جاتا ہے اور صاحب بطون کو مقرب الہی ہونا لازم اور غیر منفلک ہے اور مخلوق کی طرف توجہ اور تبلیغ شریعت ظہور ہے اور بسبب تبدل و تغیر شرائع کے ظہور میں انقلاب آسکتا ہے اور چونکہ نبی سابق کی شریعت کیلئے نبی لاحق کی

ختم النبوة

شریعت ناسخ ہوتی ہے تو نبی لاحق کے زمانہ میں نبی سابق کو اپنی شریعت کو ترک کر کے نبی لاحق کی شریعت پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتا تو اسکو بغیر میری شریعت کے عمل درآمد کرنا جائز نہ ہوتا۔ اور اس ظہور کے انقلاب سے نبوت کے بطون میں جس کو قرب الہی اور عند اللہ معزز ہونا لازم ہے، ہرگز تغیر نہیں آتا بلکہ ترقی ہوتی ہے، بشرطیکہ نبی متبوع نبی تابع سے اکمل ہو۔ کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آنحضرت ﷺ کو بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد میں جب بیت اللہ کی طرف مجددہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت میں فرق آگیا یا آپ ﷺ اس قدر و منزلت سے جو آپ ﷺ کو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کئے گئے، ہرگز نہیں۔ لیکن حصول نبوت اور نبی ہونے کیلئے یہ لازم اور ضروری ہے کہ ایک بار مستقل طور پر صاحب بطون و صاحب ظہور ہوا۔ اگر کلکتہ کے علاقے میں کالیغٹھ گورنر لاہور کے لفٹنٹ کے علاقہ میں بغرض اصلاح آئے تو اسکو لیغٹھ گورنر کہا جائے گا لیکن وہ اس عہدہ پر نہیں آیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا کے سارے پیغمبر آجائیں تو ”خاتم النبیین“ کی مہر نہیں توڑ سکتے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہونا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت تشریعیہ کا مدعی ہے اور اس کے ثابت کرنے کیلئے ہم انکا ایک مکالمہ وحی بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ مکالمات الہیہ جو امیر امین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں، ان میں سے ایک یہ وحی ہے: ”هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ“ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول اللہ کے

کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ الخ

پکارا گیا ہے۔ (براہین احمدیہ، صفحہ ۳۹۸)

یہ آیت ”سورہ فتح“ کے اخیر رکوع میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔“ اس آیت میں نبی تشریفی کا بیان ہے جیسا کہ ”بالہدیٰ و دین الحق“ سے ظاہر ہے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ فقرہ کہ (اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے) اس امر پر کھلی شہادت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت تشریعیہ کے مدعی ہیں۔

باقی مضامین متعلقہ ”ختم نبوت“ بیاض سیاہ ۱۲ میں ہیں۔